چوہدری محمد اسماعیل

سُود

(۴)

کیا سود اور زکوٰۃ اکٹھے چل سکتے ہیں

مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے مروجہ نظام معاشیات کا معائنہ کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظام ہر لحاظ سے سودخوری پر مبنی ہے۔ اور ہر پہلو سے اسلامی تعلیم اور اصول و نظریات کے خلاف ہے۔ لہذا یہ کسی طرح بھی اسلامی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ آیا اس نظام کو قائم رکھتے ہوئے نظام زکوٰۃ جو کہ اسلامی نظام معاشیات کا بنیادی پتھر ہے اور صلوٰۃ کے بعد جس کی اہمیت پر قرآن مجید سب سے زیادہ زور دیتا ہے چل بھی سکتا ہے یا نہیں۔

سود کا مطلب ہے سرمایہ کے معاوضہ کے طور پر دوسروں کی کمائی ہوئی دولت میں سے بلا محنت و مشقت حصہ لینا۔ یہ جدا بات ہے کہ ایک آدمی کو سود کے حاصل کرنے میں محنت کرنا پڑے۔ اور زکوٰۃ کا مطلب ہے اپنی محنت و مشقت کی حلال کمائی میں سے ناداروں اور محتاجوں کو حصہ دینا۔ اس لحاظ سے صاف ظاہر ہے کہ سود اور زکوٰۃ بالکل دو مختلف ذہنیتوں کا نتیجہ ہیں۔ اور لازماً یہ دونوں دو مختلف ذہنیتیں پیدا کرتے ہیں۔ سودخوار کی لازماً ہر وقت یہ خواہش ہو گی کہ وہ جس طرح بھی ہو سکے دولت حاصل کر کے جمع کرے اور اس کے ذریعہ سے دوسروں کی کمائی میں سے حصہ لے۔ اور جو شخص زکوٰۃ کی فرضیت پر یقین رکھتا ہے اس کی یہ کوشش ہو گی کہ وہ محنت و مشقت کرے اور قدرتی وسائل سے دولت حاصل کر کے اس میں سے نادار کی مدد کرے۔ اب وہ کونسا عقل مند

ہے جو یہ کہہ سکے کہ یہ دونوں ذہنیتیں ایک ہی دل و دماغ میں سما سکتی ہیں۔ لہٰذا سود اور زکوٰۃ کا بیک وقت پہلو بہ پہلو چلنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد جب اسلام میں ملوکیت آئی تو مسلمانوں نے اس وقت کے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو اپنانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اسلام کی گاڑی سودی پٹڑی پر چلنا شروع ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نظامِ زکوٰۃ جو خلافتِ راشدہ نے قائم کیا تھا درہم برہم ہو گیا اور زکوٰۃ دینے والی ذہنیت سود خواری والی ذہنیت میں تبدیل ہو گئی۔ فتوحات کی وجہ سے چونکہ مسلمانوں کو دولت ہاتھ آ گئی اور وسائل پیداوار خصوصیت سے عمدہ عمدہ قطعاتِ اراضی زیادہ تعداد میں میسر آ گئے لہٰذا اب غیر مسلم دنیا کی طرح ان میں دولت جمع کرنے اور جمع شدہ دولت سے مزید دولت پیدا کرنے کا لالچ ترقی کرتا چلا گیا۔ جب تک مسلمان زیادہ متمول نہ تھے اور اپنی ذاتی محنت سے اپنی ضروریاتِ زندگی مہیا کرتے تھے تب تک تو نظامِ زکوٰۃ چلتا رہا لیکن جب سرمائے کا معاوضہ یعنی بٹائیاں اور سود وغیرہ کھانے لگے اور بلا محنت و مشقت دولت حاصل ہونے لگی تو اس سود میں سے زکوٰۃ دینے کی بھی توفیق نہ رہی۔ حالانکہ سرمائے کے معاوضہ یعنی سود کے حصول سے دولت بلا محنت و مشقت حاصل ہوتی ہے۔ اور جو چیز بلا محنت و مشقت حاصل ہو اس میں سے راہِ خدا میں کچھ صرف کر دینا بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ آسان نہیں بلکہ مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سود خوارانہ ذہنیت سے آدمی دوسروں کی کمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس کا دل و دماغ ہی بدل جاتا ہے اور وہ سود کی کمائی میں سے بھی یہ زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

ملوکیت کے قائم ہونے اور عظیم الشان فتوحات حاصل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سی زمینیں ہاتھ لگ گئیں۔ ایسے وسیع قطعاتِ زمین پر خود کاشت کرنا تو امرِ محال تھا لہٰذا ان کو مزارعت پر دے کر بٹائی خواری کرنے کا عام رواج پیدا ہو گیا۔ اب اگر دستورِ زکوٰۃ قائم رہتا تو لازماً ناداروں کو ذرائع پیداوار مہیا ہو جاتے اور ایسا ہونے کا

نتیجہ یہ نکلتا کہ مزارعت کے لیے کوئی آدمی نہ ملتا۔ اور جب مزارعت کے لیے کسان نہ ملتا تو بڑے بڑے قطعاتِ اراضی پر قبضہ رکھنا عبث ہو جاتا۔ لہذا بٹائی خواروں نے اپنے لالچ کی خاطر دیدہ و دانستہ نظامِ زکوٰۃ پر عملدر آمد کرنے کرانے سے ہاتھ کھینچ لیا جس سے وہ نظام رفتہ رفتہ خود ہی ختم ہو گیا۔ اب اگر کسی آدمی کے دل میں خوفِ خدا ہوتا تو وہ اپنے طور پر زکوٰۃ دے دیتا ورنہ کوئی ایسی حکومت تو تھی ہی نہیں جو زکوٰۃ نہ دینے پر باز پرس کرتی۔ پس ایسے حالات میں جب کہ سودی نظام رائج ہو زکوٰۃ کا نظام نہ قائم رہ سکتا ہے نہ رہا ہے اور نہ قائم ہو سکے گا۔ نظامِ زکوٰۃ قائم کرنے کے لیے سودی نظام کا ختم کرنا لازمی ہے۔

کیا مروجہ نظامِ معاشیات سے سُود کو ختم کیا جا سکتا ہے ؟

قبل ازیں آپ نے دیکھ لیا کہ سود اور زکوٰۃ بیک وقت پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتے۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ مروجہ طریقِ صنعت و تجارت اور زمینداری کو قائم رکھتے ہوئے سود کو ختم کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

مروجہ صنعت و تجارت اور زمینداری میں جب ایسے منافع اور بٹائی وغیرہ موجود ہیں جو کہ سود شمار کیے جا سکتے ہیں اور جن میں سود کی روح اور کیفیت موجود ہوتی ہے یعنی جب کہ صنعت و تجارت اور زمینداری سودی اصول پر ہی چل رہے ہیں تو زرِ نقد پر سودی لین دین کو حرام قرار دینے یا بند کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر سودی لین دین بند کر دیا جائے تو اس کا یہ نتیجہ ہرگز نہیں ہو گا کہ ایک آدمی جس کے پاس وافر روپیہ ہے وہ راہِ خدا میں ناداروں کی مدد کے لیے دیدے گا۔ بلکہ وہ اسی روپے سے زمین خرید کر بٹائی حاصل کر سکتا ہے۔ تجارت و صنعت میں لگا کر منافع خواری کر سکتا ہے۔ مکانات وغیرہ تعمیر کر کے یا دیگر اشیاء مہیا کر کے کرایہ کشی کر سکتا ہے۔ اور مضاربت کے اصول پر کئی کام کر کے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ روپے سے مزید روپیہ پیدا کرنے کے بے شمار راستے جب اس کے لیے کھلے ہیں تو اگر نقد روپے پر براہِ راست نفع (سود) حاصل کرنا بند ہو گیا تو کونسی بڑی

بات ہو گئی۔ وہ آسانی سے دوسرے طریقوں سے روپے سے روپیہ پیدا کر سکتا ہے۔

پھر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح سودی لین دین بند بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جب کاروباری لوگ دیکھتے ہیں کہ وہ تجارت وصنعت یا زمین ومکانات وغیرہ پر روپیہ لگا کر منافع حاصل کر سکتے ہیں تو وہ لازماً کم شرح سود پر روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ اس رقم کو کاروبار میں لگا کر زیادہ منافع حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف قسم کی کمپنیاں اور ادارے بنکوں سے سودی قرض لے کر آگے کاروبار میں لگاتے ہیں اور روپے سے زیادہ فائدہ اٹھا کر بنکوں کا سود بخوشی ادا کر دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے سودی لین دین ناگزیر بھی معلوم ہوتا ہے اور اس نظام میں مفید بھی ہے۔ اگر اس کو حکماً بند کر دیا جائے تو سود کی بھی مختلف طریقوں سے بلیک مارکیٹ شروع ہو جائے گی۔ اور ممکن ہے لوگ سودی لین دین کے لیے عجیب وغریب طریقے ایجاد کر لیں جو کہ قانونی گرفت میں بھی نہ آسکیں درحقیقت بات یہ ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے جب تک صنعت وتجارت اور زمین ومکانات وغیرہ کے سرمایہ پر حق المحنت اور مختلف قسم کے اخراجات انتظامیہ مرمت فرسودگی وغیرہ نکال کر منافع، کرائے، حصہ اور بٹائی کے نام پر سود خواری جائز رہے گی زرِ نقد پر سود کسی طرح بھی بند نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لازم ہو گا اور اس کا قائم رہنا اشد ضروری ہو گا۔ کیونکہ درحقیقت مروجہ طریق صنعت وتجارت، زمینداری اور سودی لین دین آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اور کاروبار میں ان کی حیثیت تانے بانے کی سی ہے۔ سود کے لیے کاروبار اور کاروبار کے لیے سود ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک یہ طریق صنعت وتجارت اور زمینداری وغیرہ قائم ہے اور ان میں منافع خواریاں وغیرہ جائز سمجھی جائیں گی۔ سودی کاروبار قطعاً بند نہیں کیا جا سکتا۔ سود کی بنیاد تو دراصل وہ بٹائی، منافع اور کرائے ہیں نہ کہ یہ سود جو زرِ نقد پر لیا جاتا ہے۔

معمولی تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بٹائی، منافع اور کرائے ہیں سود کی پیداآوری

کا منبع، بنیاد اور باعث ہیں جیسا کہ دولت مندی اور غربت کے اسباب میں بتایا گیا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو زرِ نقد پر سود کسی صورت میں پیدا ہی نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا جب تک وہ موجود ہیں سود کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ علمائے کرام بے شک اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔

اسلامی نظامِ معاشیات کس طرح قائم ہو سکتا ہے

مروجہ نظامِ معاشیات کا بغور مطالعہ کرنے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا اسلامی تعلیم سے مقابلہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ نظامِ معاشیات سود خواری کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اور اسلامی تعلیم کے بالکل برعکس چل رہا ہے۔ یہ بات بھی عیاں ہے کہ سود اور زکوٰۃ اکٹھے نہیں چل سکتے اور مروجہ طریقِ صنعت و تجارت اور زمینداری کو قائم رکھتے ہوئے سود کو ختم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نظامِ معاشیات کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب صاف اور سادہ ہے کہ اسلامی نظامِ معاشیات تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب سود کو ختم کیا جائے اور زکوٰۃ کو جاری کیا جائے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سود کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب بھی بالکل سیدھا ہے اور وہ یہ ہے کہ سود سرمائے پر لیا جاتا ہے یعنی ایک طبقہ کے پاس ذرائع پیداوار (زمین، مشین، خام مواد وغیرہ) ہوتے ہیں اور دوسرا طبقہ ذرائع پیداوار سے بالکل محروم ہوتا ہے۔ سرمایہ دار طبقہ سرمایہ کے معاوضہ کے طور پر نادار طبقہ سے سود لیتا ہے۔ اب اگر نادار طبقہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد واٰتوا الزکوٰۃ اور فی اموالہم حق للسائل والمحروم کے بموجب ذرائع پیداوار یعنی زمین اور آلات وغیرہ مہیا کر دیئے جائیں جن پر وہ کام کر کے اپنی محنت کا پورا پورا ثمر حاصل کر سکے تو سود بالکل ختم ہو جائے گا۔ اور سود ہی لین دین کا سوال ہی پیدا نہ ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سود کی شجرِ خبیثہ کی جڑیں کاٹنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ میں زکوٰۃ کا فولادی کلہاڑا دیا ہے۔

اب قرآن کریم میں زکوٰۃ سے متعلق احکام پر نگاہ ڈالیے اور دیکھیے کہ وہ کس طرح

ناداروں کو ذرائع پیداوار مہیا کرنے اور غربت و افلاس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا انتظام کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

خُذ من اموالھم صدقۃ تُطھرھُم وتزکّیھم بھا۔	ان کے مال میں سے زکوٰۃ لے اور اس کے ذریعہ سے ان کو پاک اور طاہر کر دے۔
اِنّمَا الصَّدَقَاتُ للفقراءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالعٰمِلِیْنَ علیھا وَالمؤلّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَالغَارِمِیْنَ وَ فِی سبیلِ اللہِ وَابنَ السّبِیْلِ۔ (التوبہ - ۸)	صدقات تو دراصل فقرار اور مساکین کے لیے ہیں اور ان کارکنوں کے لیے جو صدقات کی تحصیل پر مقرر ہوں اور ان لوگوں کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ اور لوگوں کی گردنیں بندِ اسیری سے چھڑانے کے لیے اور قرضداروں کے قرض ادا کرنے کے لیے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لیے اور مسافروں کے لیے۔

زکوٰۃ کا حکم صاف اور واضح ہے۔ اس میں زرِ زکوٰۃ کو خرچ کرنے کے لیے آٹھ مدات مقرر کی گئی ہیں ان میں سے ایک مد والعٰملین علیھا یعنی محکمۂ زکوٰۃ کے اخراجات کی ہے اور باقی سات مدات میں مختلف قسم کے نادار اور حاجت مند ہیں جن پر زرِ زکوٰۃ خرچ کیا جائے گا۔ ادھر خذ من اموالھم صدقۃ اور ادھر محکمۂ زکوٰۃ کا قیام صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ کی تنظیم یعنی اس کی وصولی اور خرچ باضابطہ اسلامی حکومت کا کام ہے۔ جس کے ہاتھ میں قانون پر عملدرآمد کرانے کی طاقت ہو نہ کہ کسی فرد یا انجمن کا۔

زکوٰۃ کا مطلب یہ نہیں کہ ناداروں، محتاجوں اور بے روزگاروں کے لیے لنگر خانے اور کپڑا خانے کھول دیے جائیں۔ جہاں سے ان کو کھانا کپڑا ملتا رہے یا دیگر ضروریات کے لیے حصہ رسدی کچھ نقدی ان کو دی جائے اور پھر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسے طریق کار کا مطلب قوم کو گداگری سکھانے، انسانیت کو ذلیل کرنے اور عاطلین پیدا اور

پر مزید بوجھ ڈالنے کے سوا کچھ نہیں اور کوئی عقل مند انسان اس طریق کو پسند نہیں کر سکتا۔ زرِ زکوٰۃ کو خرچ کرنے کا مفید طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ناداروں اور محتاجوں کو ذرائع پیداوار یعنی زمین، مشین، آلات اور خام مواد وغیرہ مہیا کر کے ان کو اپنی ضروریاتِ زندگی آپ پیدا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اس بارے میں یہ امر ضروری ہے کہ زکوٰۃ سے جمع شدہ سرمایہ معاشرے کی تحویل میں رہے۔ کیونکہ اس کے تحفظ اور بہترین استعمال کا یہی طریق ہو سکتا ہے۔

سودی نظام کے بدلے اسلامی نظام قائم کرنے کا کام دس بیس مسلمانوں کا نہیں اور نہ ہی یہ کام محض وعظ و نصیحت سے پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ادھر دس آدمی سود چھوڑتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں تو ادھر دس سود لینا شروع کر دیتے ہیں اور زکوٰۃ دینا فراموش کر دیتے ہیں اور بات رہیں کی وہیں رہتی ہے۔ اس طرح نظام ہرگز نہیں بدلا جا سکتا۔ انفرادی طور پر ہر آدمی خواہ سرمایہ دار ہو یا نادار اس پر چلنے کے لیے مجبور ہے۔ نظام کو بدلنے کے لیے ایک مومن، با اخلاق متقی اور زبردست قوتِ عمل رکھنے والی فعال جماعت کی ضرورت ہے جو بزور سودی نظام کو بدل کر اسلامی نظام قائم کر دے۔ جیسا کہ سرورِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی جماعتؓ نے فتح مکہ کے بعد اپنی مملکت کے اندر حکماً سود بند کر دیا تھا۔ اور زکوٰۃ جاری کی تھی۔ اور سودی معاملات کرنے والے قبائل کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس کاروبار کو نہ چھوڑو گے تو تم پر چڑھائی کی جائے گی۔ بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان قبائل کو جنگ کا الٹی میٹم دیا تھا جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اور اس طرح بجبر ان احکام کو منوا کر اسلامی نظامِ معاشیات قائم کیا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے اسوہ کو سامنے رکھتے ہوئے آج بھی اگر اسلامی ممالک کے مسلمان اکابر، دولت مند، سرمایہ دار اور مقتدر حضرات چاہیں تو سود کو قانوناً بند اور زکوٰۃ کو رائج کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے میں ان کے سامنے کوئی رکاوٹ

دکھائی نہیں دیتی اگر کوئی روک ہو سکتی ہے تو وہ ان کی اپنی ذاتِ گرامی ہی ہو سکتی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے سود کی مناہی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم صرف انہی پر عاید ہوتا ہے اگر وہ ایسا نہ کریں تو اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح چند عقائد و رسوم کا نام ہوگا۔ اور نظام معاشیات بالکل وہی رہے گا جو ہندوؤں، عیسائیوں اور یہود کا ہے۔

سود کو ختم اور زکوٰۃ کو رائج کرنے کے نتائج

زکوٰۃ کی فرضیت اور کم از کم اڑھائی فی صد شرح پر امت مسلمہ میں کوئی اختلاف نہیں اس نصاب کے مطابق اگر انفرادی سرمائے کا اڑھائی فی صد یعنی چالیسواں حصہ ہر سال معاشرے کی تحویل میں آ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قریباً چالیس سال میں آج کے تمام ذرائع پیداوار کے مساوی سرمایہ انفرادی ملکیت سے معاشرے کی تحویل میں منتقل ہو سکتا ہے۔

کس قدر خوبی کی بات ہے کہ اسلام نے اگر ایک طرف سود کو حرام قرار دیا ہے تو دوسری طرف زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر ادالعفو (یعنی جو ضرورت سے زیادہ ہے دیدو) کی ہدایت جاری کر کے سودی نظام کو بالکل ختم کرنے کا انتظام کر دیا ہے۔

سود کو ختم اور زکوٰۃ کو رائج کرنے سے جب ذرائع پیداوار معاشرے کی تحویل میں آئیں گے تو لازماً اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کے تمام ناداروں اور حاجت مندوں کو وسائل پیداوار میسر ہو جائیں گے۔ کاشتکار کے لیے زمین مہیا ہوگی اور کاسب کو آلات اور خام مواد وغیرہ مل سکے گا۔ جس پر وہ کام کر کے اپنی محنت کے ثمر کے آپ مالک ہوں گے اور سوا زکوٰۃ کے جو حکومت وصول کرے گی کوئی دوسرا آدمی ان کی محنت کی کمائی میں سے سرمایہ کے معاوضہ کے طور پر حصہ وغیرہ نہ لے سکے گا۔ اس طرح تمدن کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ جہاں گداگر، نادار اور بے روزگار نظر آتے ہیں وہاں ہر ایک آدمی ہنر مند، مالک ذرائع پیداوار اور صاحبِ روزگار نظر آئے گا۔ جہاں لوگ محض سرمائے کے بل بوتے پر بلا محنت و مشقت دوسروں کی کمائی میں شریک ہو کر گل چھرے اڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں وہاں وہ

خود اپنی حلال روزی آپ پیدا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جہاں تمول و افلاس کے پہاڑ اور کھڈیں دکھائی دیتی ہیں وہاں اخوت و مساوات کے زرخیز اور دل خوش کن مناظر آنکھوں کے سامنے جنّت کا نقشہ پیش کریں گے۔ چونکہ ہر ایک آدمی اطمینان سے کام کرے گا لہذا دولت بڑھے گی۔ ذرائع پیداوار میں ترقی اور رزق میں فراوانی ہوگی۔ ہر ایک آدمی کو ضروریاتِ زندگی میسر ہوں گی۔ اخلاق ترقی کرے گا اور جھگڑا فساد ختم ہوگا۔

معمولی تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کو ختم کرنے اور زکوٰۃ کو رائج کرنے سے انفرادی اور اجتماعی ملکیت کا جھگڑا جو کہ باعث فساد ہے اور جس نے دنیا کو پریشان کر رکھا ہے خود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جب سود بند ہو گیا اور زکوٰۃ رائج ہو گئی اور ہر ایک آدمی کو ذرائع پیداوار میسر آ گئے تب کسی کو کیا غرض کہ وہ اپنی ذاتی ضرورت سے زائد ذرائع پیداوار حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ جب اقتصادی غلامی ختم ہو گئی تو ایسا آدمی اس کو کہاں سے ملے گا جو اس کی معاشی غلامی بھی قبول کرے اور اپنی محنت کی کمائی میں سے اس کو سود بھی ادا کرے۔ ہاں اس صورت میں ہر ایک آدمی اپنی محنت سے پیدا کردہ دولت کا خود مالک ہوگا۔ اور اس کو حسبِ ضرورت جائز طریق پر استعمال کرنے کا پورا پورا حقدار ہوگا۔ اور جو افراد ضعیف، کمزور، بیمار یا معذور ہوں گے اور اپنی ضروریاتِ زندگی نہ پیدا کر سکیں گے معاشرہ زرِ زکوٰۃ میں سے ان کی تمام ضروریات پوری کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

سود کا خاتمہ اور زکوٰۃ کا اجرا جس طرح انفرادی ملکیت کا جھگڑا ختم کر دیتا ہے، اسی طرح انفرادی سعی عمل کا سوال بھی حل کر دیتا ہے۔ دراصل انفرادی سعی کی ضرورت انفرادی ملکیتِ ذرائع پیداوار برائے سود خواری پر مبنی ہے۔ جب انفرادی ملکیتِ ذرائع پیداوار کا سوال نہ رہا تو انفرادی سعی عمل کا ختم ہو جانا ضروری بات ہے۔ پھر لازماً آدمی متحدہ اور متفقہ طور پر امرھم شوریٰ بینھم کے مطابق اپنی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ متحدہ کوشش سے تھوڑے عرصہ میں زیادہ پیداوار حاصل ہو سکتی

ہے اور کام میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

جب عمل میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اشیائے ضرورت کی پیداآوری صحیح اندازہ کے مطابق ہو سکے گی جس سے رسد اور طلب میں توازن پیدا ہو گا۔ لہذا قیمتوں کا اتار چڑھاؤ جو کہ رسد اور طلب میں عدم توازن کی وجہ سے ہوتا ہے ختم ہو جائے گا۔ اور اشیا اپنی اصل قدر پر فروخت ہوں گی۔ لہذا لین دین میں حسب منشاء تعلیم قرآن رضامندی ہو گی۔

اتفاق اور اتحادِ عمل کی وجہ سے تجارتی لوٹ کھسوٹ کا ختم ہونا اور طریقِ تجارت کا بدل جانا ضروری ہے۔ صناعین اور صارفین کی امداد باہمی کی انجمنیں بن جائیں گی جو براہِ راست اپنی اپنی ضروریات کے مطابق روپے کے واسطہ سے ایک دوسرے سے تبادلۂ اشیا کر لیا کریں گی۔ اس طرح سے کروڑوں روپے کی اشتہار بازی جو ایک دوسرے کو پچھاڑنے اور انفرادی نفع کمانے کی خاطر کی جاتی ہے ختم ہو جائے گی اور بے شمار دولت جو ایک دوسرے کی تخریب پر خرچ ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچ جائے گی۔ علیٰ ہذ القیاس اجیر و مستاجر کے فسادات اور مقابلہ و مسابقت کے پریشان کن سوالات حل ہو جائیں گے۔ نفسانفسی ختم ہو گی۔ ہر ایک آدمی ضروریاتِ زندگی کی ضمانت محسوس کرے گا۔ اس کی ذہنیت ہی بدل جائے گی۔ وہ مال جمع کرنے کی بجائے العفو یعنی اپنی ضرورت سے زائد مال راہِ خدا میں دے دینے کو زیادہ باعثِ تسکین و راحت خیال کرے گا۔

کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام باتیں کیسے ہو سکتی ہیں لیکن عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ مروجہ نظام میں سود کے رائج اور زکوٰۃ کے معدوم ہونے کے جس قدر نتائج اور اثرات ہیں سود کے بند اور زکوٰۃ کے جاری ہونے سے وہ سب بدل جائیں گے۔ جب نظامِ معاشیات کے بنیادی اصول ہی بدل گئے تو کیوں نہ ہر شعبہ زندگی میں ایک قسم کا انقلاب واقع ہو گا۔ کیا غروب آفتاب سے رات اور طلوع آفتاب سے دن نہیں چڑھ جاتا اور کیا سوئچ آف (SWITCH OFF)

ہونے سے اندھیرا گھپ اور آون (ON) کرنے سے بلب روشنی نہیں دیتے۔ غرضیکہ نظام معاشیات کے بنیادی اصول بدلنے پر ہر شعبۂ زندگی میں تغیر واقع ہونا لازمی امر ہے۔

انفرادی اور اجتماعی نظام کی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی قبل از وقت اسلامی نظامِ معاشیات کا کوئی خاص نقشہ قیاس کرنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال حاجت مندانہ اور صرفی سود کی حرمت اور زکوٰۃ کی فرضیت متفقہ طور پر امتِ مسلمہ کے نزدیک مسلمہ امر ہے۔ اس اصول پر عملدرآمد کرنے سے جو بھی نظامِ معاشیات تشکیل پذیر ہوگا وہی اسلامی ہوگا۔

سود اور زکوٰۃ سے متعلق ایک دفعہ پھر قرآن حکیم کے احکام کا مطالعہ کر کے اچھی طرح غور و فکر کیجیے آج کل کا سود وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ بیشمار علماء اس امر کے گواہ ہیں اور مروجہ نظامِ معاشیات یعنی صنعت و تجارت اور زراعت وغیرہ میں سب لین دین سودی اصولوں پر مبنی ہے جیسا کہ بے شمار ماہرین علم المعیشت شہادت دیتے ہیں۔

علماء کا یہ خیال کہ مروجہ صنعت و تجارت اور زراعت وغیرہ کے کرائے، منافع اور بٹائی وغیرہ میں سود نہیں ہوتا اور ماہرینِ معاشیات کا یہ کہنا کہ پرانے زمانہ کا سود جس کو اسلام نے حرام کیا تھا کوئی اور چیز تھا اور آج کل کا سود اس سے کوئی مختلف چیز ہے خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن مجید کے صریح احکام کے بموجب اسلامی نظامِ معاشیات کے لیے سود کی حرمت اور زکوٰۃ کی فرضیت لازمی بات ہے۔ اس کے سوا کوئی نظام اسلامی نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی استحصال (EXPLOITATION) ختم ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی دنیا اطمینان کا سانس لے سکتی ہے۔ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون کا وعدہ اسلامی نظام کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔